اقبال کا تصورِ وطنیت (بانگ درا کے حوالے سے)

رانی بیگم

Abstract:

"Bang- e -Dara" is Iqbal's first collection of Urdu poetry which was published in 1924. This collection contains the early poetry of Iqbal, in which the element of patriotism is prominent in addition to the descriptions of nature, love and moralsubjects. Most of his poems are full of feelings of love for the country. The poems of "Bang- e -Dara"show Iqbal's patriotism. The long poems of this collection are based on the natural scenes of the homeland and the glory of the subcontinent, through which Iqbal instilled the love of country in the hearts of the countrymen and he became equally popular among all the nations of the Subcontinent. Patriotism was very prominent in Iqbal's early poetry, but after his return from Europe, there was a significant change in his thoughts. In fact, Iqbal's concept of patriotism was completely different from the western concept of patriotism. The western concept of patriotism was based on color, race, language and geographical boundaries. Therefore, Iqbal began to consider the western concept of patriotism as a threat to Islam and Muslims. In his later poetry, Iqbal strongly opposed the western concept of patriotism and urged Muslims to remain as one nation which he called "Millat e Islamia" (the Islamic Nation), and which is based on Religion not geographical boundaries.

مفکرِ اسلام علامہ محمد اقبال کے نظریات و تصورات میں ان کا تصور ملت و قومیت خاص اہمیت کا حامل ہے۔ لیکن اس سے پہلے ان کی ابتدائی شاعری میں جو جذبہ بھرپور انداز میں ابھر کر سامنے آتا ہے وہ وطن پرستی

کا ہے۔اقبال کے ابتدائی دور کی شاعری میں مناظر فطرت کی نغمہ سرائی اور روایتی عشقیہ و اخلاقی مضامین کے علاوہ جو رنگ سب سے زیادہ نمایاں ہے وہ وطن سے والہانہ محبت اور وطن پرستی کا ہے۔

وطن سے محبت کا جذبہ ہر انسان میں قدرتی طور پر موجود ہوتا ہے۔اقبال کا دل بھی جذبۂ حب الوطنی سے معمور تھا۔ ان کی بعض ابتدائی نظمیں مثلاً ’’ہمالہ ‘‘ ’’ترانۂ ہندی‘‘ ’’نیا شوالہ‘‘ "تصویر درد" اور’’ہندوستانی بچوں کا گیت‘‘وغیرہ وطن پرستی کے جذبات سے لبریز ہیں۔"بانگ درا" جو اقبال کا پہلا اردو شعری مجموعہ ہے اس کا آغاز ہی "ہمالہ" جیسی نظم سے ہوتا ہے جس میں اقبال نے اپنے وطن ہندوستان سے محبت کا بھرپور اظہار کیا ہے۔ نظم میں اقبال کہتے ہیں:

اے ہمالہ اے فصیلِ کشورِ ہندوستاں
چومتا ہے تری پیشانی کو جھک کے آسماں
ایک جلوہ تھا کلیمِ طورِ سینا کے لیے
تُو تجلّی ہے سراپا چشمِ بینا کے لیے (1)

اقبال کو اپنے وطن ہندوستان سے دلی محبت تھی، اس لیے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں وطنیت اور ہندو مسلم اتحاد پر بڑی پُرجوش نظمیں لکھیں جن کی وجہ سے اقبال ہندوستان میں رہنے والی قوموں میں یکساں طور پر مقبول ہوگئے۔ اقبال درحقیقت بہت دوراندیش اور باریک بین انسان تھے ،اس لیے ہندوستانیوں کی کمزوریوں سے پوری طرح واقف تھے اور انہیں اتحاد اور بھائی چارے کے پیغام کے ساتھ یہ تلقین بھی کرتے رہے کہ ہندوستانی عوام مل جل کر وطن کی بقا اور ترقی کے لیے کوششیں کریں ورنہ ان کے آپس کے تعصب اور نفاق سے وطن کی بقا کو شدید خطرات لاحق ہوں گے۔

قیام یورپ سے پہلے لکھی گئی نظمیں اقبال کی وطن دوستی کی دلیل ہیں لیکن یورپ سے اعلیٰ تعلیم حاصل کرنے کے بعد جب اقبال ہندوستان واپس آئے تو اہلِ وطن کو انگریزوں کی غلامی میں جکڑے دیکھ کر ان کے خیالات میں انقلابی تبدیلی رونما ہوئی۔ اپنی نظم ’’تصویر درد‘‘ میں وہ ہندوستان کی قسمت پر ان الفاظ میں افسوس کا اظہار کرتے ہیں:

نہ سمجھو گے تو مٹ جاؤ گے اے ہندوستان والو !
تمہاری داستاں تک بھی نہ ہو گی داستانوں میں (2)

اس کے علاوہ "ہندوستانی بچوں کا قومی گیت" اقبال کی ایک ایسی نظم ہے جس کا ایک ایک لفظ اقبال کی وطن پرستی کے جذبات کا اظہار کرتا ہے۔ اس نظم کے ذریعے وہ قوم کو مسلمانوں کے شاندار ماضی اور عظمت رفتہ کی یاد دلاتے ہیں اور انہیں عمل پر اکسانے کے ساتھ ساتھ ان کے دلوں میں وطن کی اہمیت کا احساس پیدا کرنا چاہتے ہیں کہ کس طرح ہندوستان میں اسلامی حکومت کے قیام سے پوری عالم اسلام مستحکم ہوئی۔ نظم میں اقبال کی وطن پرستی درجہ کمال پر نظر آتی ہے۔

یونانیوں کو جس نے حیراں کردیا تھا
سارے جہاں کو جس نے علم و ہنر دیا تھا
مٹی کو جس کی حق نے زر کا اثر دیا تھا
ترکوں کا جس نے دامن ہیروں سے بھر دیا تھا
میرا وطن وہی ہے میرا وطن وہی ہے (3)

اقبال نے اپنی شاعری کے ابتدائی دور میں ہندوستانیوں میں وطنیت کے جذبے کو ابھارا تھا۔ ان کی وطن پرستی پر مبنی نظمیں عوام میں نہایت جوش و جذبے کے ساتھ پڑھی اور سنی جاتی تھیں۔ خصوصاً "ترانۂ ہندی" حب الوطنی کی بہترین مثال ہے جو ہر ہندوستانی کو ازبر ہوگئی تھی۔ اس نظم میں اقبال نے وطن سے والہانہ محبت کا اظہار کرنے کے ساتھ ساتھ یہ بھی واضح کیا ہے کہ اگرچہ ہندوستان میں مختلف مذاہب کے لوگ آباد ہیں لیکن کوئی بھی مذہب آپس میں بیر رکھنا نہیں سکھاتا، اس لیے ہندوستان ہم سب کا وطن ہے۔ خلیفہ عبدالحکیم اپنی تصنیف "فکر اقبال" میں لکھتے ہیں:

"اقبال نے جب اپنے شاعرانہ کمال کو وطنیت کی خدمت کے لیے وقف کیا تو مسلمانوں کے علاوہ بلکہ ان سے زیادہ ہندو اس سے متاثر ہوئے: "سارے جہاں سے اچھا ہندوستاں ہمارا" ملک کے طول و عرض میں گونجنے لگا، بعض ہندو مدارس میں مدرسہ شروع ہونے سے قبل تمام طالب علم اس کو ایک کورس میں گاتے تھے" (4)

اقبال نے وطن سے محبت و عقیدت کا اظہار جن نظریات کے سبب کیا وہ وطنیت کے مغربی تصور سے بالکل مختلف ہے۔ مغرب کے تصور قومیت کی بنیاد زبان، رنگ، نسل اور جغرافیائی حدود پر ہے۔ جب کہ

ملت اسلامیہ اپنے اندر وسعت رکھتا ہے جس کی بنیاد مذہبِ اسلام پر ہے نہ کہ رنگ، نسل، زبان اور وطن پر۔ اقبال کو اس بات کا احساس تھا کہ مغربی تصور قومیت محدود ہے اور عالمگیر انسانی برادری کے قیام میں ایک بڑی رکاوٹ ہے۔ اس حوالے سے اقبال لکھتے ہیں:

> "وطنیت اور قومیت کا تصور اس وطن دوستی کے تصور سے جداگانہ چیز ہے۔ مغرب نے وطنیت کو اجتماعی زندگی کا ایک نظریہ قرار دیا ہے اور ان کے احوال میں یہ بات کچھ ضروری ہو گئی تھی۔ مذہب کی علیحدگی سے جو خلا پیدا ہو گیا تھا اسے انہوں نے اس طرح پُر کرنا چاہا۔ لیکن انجام کار کیا ہوا۔ ان میں نسلی، لسانی اور وطنی اختلافات کا ایک غیر محدود سلسلہ قائم ہو گیا"۔(5)

اقبال مغرب کے نظریۂ وطنیت کے شدید مخالف تھے اور اس بات کے قائل تھے کہ "وطن" کو ایک سیاسی و جغرافیائی تصور کے طور پر استعمال کرنا مذہب اسلام اور مسلمانوں کے لیے انتہائی نقصان دہ ہے۔ اقبال وطن کو بت بنا کر پوجنے کے خلاف تھے اور اسے اسلام کی عالمگیر روح کے منافی سمجھتے تھے۔ بانگ درا میں شامل نظم "وطنیت" میں انہوں نے بڑی خوبصورتی سے ان خیالات کا اظہار کیا ہے:

ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارتگرِ کاشانۂ دین نبویؐ ہے (6)

اس نظم میں اقبال نے مغربی تصور قومیت کے بدترین نتائج کی نشاندہی کی ہے اور اسے مغربی تہذیب کی ایجاد قرار دیا ہے۔ اس لیے امت مسلمہ کو وطنیت کے بت کو توڑ ڈالنے کی ہدایت کی ہے۔ اقبال کے نزدیک وطنیت کا یہ تصور مغربی تہذیب کا پیدا کردہ ہے جو پوری دنیا کو لادینیت، اقتصادی بدحالی اور باہمی انتشار میں مبتلا کر رہا ہے۔ اقبال مغرب کے تصور وطنیت اور قومیت کو پوری انسانیت کے لیے خطرہ سمجھتے تھے۔ خطبہ صدارت مسلم کانفرنس، منعقدہ لاہور 1932ء میں اقبال نے کہا:

"میں یورپ کے پیش کردہ نیشلزم کا مخالف ہوں اس لیے کہ مجھے اس
تحریک میں مادیت اور الحاد کے جراثیم نظر آرہے ہیں اور یہ جراثیم میرے
نزدیک دور حاضر کی انسانیت کے لیے شدید ترین خطرات کا سرچشمہ
ہیں"(7)

"بانگ درا" میں شامل ایک طویل نظم "تصویر درد" میں اقبال نے وطن کی خستہ حالی کا نقشہ بھرپور انداز میں کھینچا ہے۔ اقبال کا دور دراصل انگریزوں کی حاکمیت کا دور تھا۔ مغربی تہذیب کی تجلیاں پوری طرح مسلمانوں کو اسلامی تہذیب سے دور کر رہی تھیں۔ اسلام اور مسلمانوں کی بقا کو شدید خطرات لاحق تھے۔ اقبال انگلستان سے واپس آئے تو ہندوستانیوں کی حالت زار دیکھ کر بے تاب ہو گئے۔ انہوں نے بہت اثر انگیز انداز میں جمود و بے عملی کے سبب آنے والے دور کی خوفناک تصویر کشی پیش کی اور ہندوستانیوں کو محتاط رہنے کی ترغیب دی:

رلاتا ہے تیرا نظارہ اے ہندوستاں مجھ کو
کہ عبرت خیز ہے تیرا فسانہ سب فسانوں میں
وطن کی فکر کر ناداں مصیبت آنے والی ہے
تری بربادیوں کے مشورے ہیں آسمانوں میں (8)

اقبال قیام یورپ کے دوران مغربی علوم وفنون کا گہرا مطالعہ کرنے کے بعد اس نتیجے پر پہنچے کہ مغرب نے مختلف حوالوں سے مسلمانوں کو تقسیم کرنے کی کوشش کی تاکہ یہ متحد ہو کر پھر سے عظیم قوم نہ بن سکیں۔ اقبال انگریزوں کی چال کو پوری طرح سمجھ چکے تھے کہ وطنیت کی آڑ میں وہ امت مسلمہ کی وحدت کو توڑنا چاہتے ہیں۔ اس لیے قوم کو ایک ملت میں گم ہو جانے کی تلقین کرتے رہے۔ اس حوالے اپریل سے 1908 بمقام لاہور اقبال نے اپنی پہلی انگریزی زبان کی تقریر میں فرمایا:

"یورپی مصنفین کی تحریروں سے مجھ پر ظاہر ہو گیا تھا کہ مغرب کے ملکوں
میں اسلام کو ٹکڑوں میں تقسیم کرنے کے لیے ہتھیار کے طور پر تقسیم کیا
جارہا تھا۔ نہ صرف مغربی تعلیم یافتہ نوجوان بلکہ علماء بھی اس جال میں پھنس

گئے۔ وطن سے محبت ایک قدرتی جذبہ ہوتا ہے مگر اسلام کے فلسفہ میں ملک اور وطن زیادہ اہمیت نہیں رکھتے۔ اسلام صرف فرد کی اخلاقی تربیت پر زور نہیں دیتا بلکہ یہ بتدریج پوری انسانیت میں بنیادی انقلابی تبدیلی پر زور دیتا ہے۔ پوری انسانیت کو اپنا نسلی اور قومی رویہ تبدیل کر لینا چاہیئے اور اسکی بجائے خالص انسانی شعور سے لیس ہونا چاہیے۔ اسلام ہی نے سب سے پہلے یہ پیغام دیا کہ مذہب قومی و نسلی نہیں ہوگا اور نہ ہی یہ نجی اور انفرادی ہوگا۔ مذہب خالصتاََ انسانی ہوتا ہے۔ اس کا مقصد انسانوں کو قدرتی امتیازات کے باوجود متحد اور منظم کرنا ہے۔ یہی ایک طریقہ ہے جس سے انسانوں میں مفاہمت اور اتحاد پیدا کیا جاسکتا ہے۔ یہ تصور درست نہیں کہ مذہب اور قومیت سیاسی نقطہ نظر سے اکٹھے چل سکتے ہیں۔ یہ تصور لادینیت کا سبب بنے گا۔ اسلام ایک اخلاقی تصور تک محدود ہو کر رہ جائے گا اور اس کا سماجی ڈھانچہ تباہ ہو جائیگا" (9)

اقبال کے فکری ارتقا سے واضح طور پر معلوم ہوتا ہے کہ انہوں نے قیام یورپ کے دوران وطنیت اور قومیت کے مسائل پر غور و فکر کیا اور یہ محسوس کیا کہ مغربی تصورِ وطنیت و قومیت کے سبب نہ صرف مغربی اقوام آپس میں لڑ جھگڑ رہی ہیں بلکہ مسلمان ممالک بھی آپس میں لڑ رہے ہیں۔ چنانچہ اقبال اس نتیجے پر پہنچے کہ مسلمانوں کو ان کی جداگانہ حیثیت کا احساس دلانا وقت کی اہم ضرورت ہے اور پھر اقبال نے وطنیت کے محدود تصور سے نکل کر عالمگیر قومیت کا پیغام دیا اور یہ پیغام اقبال کی شاعری کا بنیادی عنصر بن گیا۔

حوالہ جات:

1۔ محمد اقبال،ڈاکٹر، بانگ درا، شیخ غلام علی اینڈ سنز لاہور، 1982ء، ص: 22

2۔ ایضاً، ص:70

3۔ ایضاً، ص:87

4۔ خلیفہ عبد الحکیم،ڈاکٹر، فکر اقبال، بزم اقبال لاہور، طبع سی پنجم، جون 1983ء، ص:38

5۔ ایس ایم منہاج الدین، ڈاکٹر، افکار و تصورات اقبال، کاروان ادب، ملتان بار اول، 1985ء، ص: 168-169

6۔ محمد اقبال،ڈاکٹر، بانگ درا، ص160

7۔ ایس ایم منہاج الدین،ڈاکٹر، افکار و تصورات اقبال، کاروان ادب ملتان، صدر، 1985ء، ص:169

8۔ محمد اقبال،ڈاکٹر، بان گ درا، ص:70

9. Iqbal's first speech in English (Lahore, April 1908) “Islam as an Ethical and a Political Ideal"